صقلیہ میں علمائے اسلام کے علمی کارنامے

جناب عبد الرشید عراقی صاحب

مسلمانوں نے صقلیہ (سسلی) پر ۲۵۰ سال تک حکومت کی اور اس ۲۰۰ سال میں علمائے اسلام نے یہاں فنِ قراءت و تفسیر، فنِ ناسخ و منسوخ، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، علمِ کلام و مناظرہ، تاریخ، اسماء الرجال، علم الانساب، صرف و نحو، ادب و لغت، عروض اور شاعری میں جو گراں قدر علمی خدمات سرانجام دیں، ان میں سے علومِ قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ سے متعلق مختصراً تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔ (عراقی)

علوم قرآن علومِ قرآن کے تحت فنِ قراءت، تفسیر اور فنِ ناسخ و منسوخ آتے ہیں۔ ان علوم کے متعلق صقلیہ کے علمائے کرام نے جو شاندار علمی کارنامے سرانجام دیئے، وہ ہمارے لیے سرمایۂ صد افتخار اور تاریخِ اسلام کا ایک زرّیں باب ہیں۔

صقلیہ کے اربابِ کمال مسجدوں میں مسندِ درس بچھاتے تھے، جیسا کہ ابن جبیر کنعانی (م ۶۱۲ھ) لکھتے ہیں کہ: "صقلیہ میں مسجدیں بہت ہیں اور اکثر مسجدیں اساتذۂ قرآن کی خطبہ گاہ ہیں"۔[1]

---

[1] رحلۃ ابن جبیر کنعانی (م ۶۱۲ھ) ص ۲۳۳

امام اسمٰعیل بن خلف صقلی (م ۴۵۵ھ) — ان کے متعلق مؤرخ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

کان اماماً فی علوم الآداب ومتقناً لفن القرائات[۱]

یعنی علومِ آداب کے امام اور فنِ قراءت میں کامل الفن تھے۔

تحصیلِ علم کے سلسلہ میں مصر کا سفر اختیار کیا اور اس وقت کے مشہور مفسر قرآن علی بن ابراہیم سے اکتساب فیض کیا۔ تحصیلِ تعلیم کے بعد واپس صقلیہ آگئے۔ اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ اختیار کیا۔ علوم القرآن میں ان کی کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ کتاب العنوان فی القرائات ۲۔ کتاب الاکتفاء فی القرائات ۳۔ کتاب اعراب القرآن
۴۔ المختصر کتاب الحجۃ فی القراءۃ لابی علی الفارسی[۲]۔

ابوعبداللہ محمد بن ابی الفرج المازریؒ — ۴۲۷ھ میں صقلیہ کے قصبہ مازر میں پیدا ہوئے۔ علوم کی تحصیل صقلیہ کے علماء و شیوخ سے کی۔ اس کے بعد قیروان جا کر وہاں کے اساتذۂ فن سے استفادہ کیا۔ بہت ذکی اور فہیم تھے۔ قوتِ حافظہ غیر معمولی رکھتے تھے۔ قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کان فقیہا حافظاً مدرکاً نبیلاً فہماً متقدماً فی علم المذہب واللسان ومتقناً فی علوم القرآن وسائر المعارف[۳]۔ (ترجمہ) فقیہہ، حافظ، شریف، سمجھدار، مذہبی اور ادبی علوم کے ماہر اور علومِ قرآن اور تمام علوم سے واقف تھے۔

۱۔ وفیات الاعیان وانباء الزمان المعروف تاریخ ابن خلکان از ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) جلد ۱ ص ۱۳۴

۲۔ وفیات الاعیان از ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۳۴۔ معجم الادباء از ابوعبداللہ یاقوت حموی بغدادی (م ۶۲۶ھ) جلد ۲ ص ۲۷۳، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ از جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) ص ۱۹۵۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون از حاجی خلیفہ چلپی (م ۱۰۶۸ھ) جلد ۱ ص ۱۲۲، ۱۲۳۔

۳۔ ترتیب المدارک وتقریب المسالک از قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی (م ۵۴۴ھ) جلد ۱ ص ۳۸۱

فنِ قراءت پر آپ نے ایک ضخیم کتاب، کتاب الاستیلاء لکھی۔ اور قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ مازری کی یہ کتاب علوم القرآن میں بہت سی علمی معلومات کی حامل تھی۔[1]

ابن فحام الصقلی (م ۵۱۶ھ)۔ امام عبدالرحمٰن بن عتیق المعروف ابن فحام صقلی ۴۵۴ھ میں صقلیہ میں پیدا ہوئے اور صقلی کے علمائے کرام سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر روانہ ہوئے اور مصر کے اساتذۂ فن سے علومِ اسلامی میں اکتسابِ فیض کیا اور مصر میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے۔ اور امام الوقت تسلیم کیے گئے۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر عتیق بن خلف یعنی علامہ ابوالقاسم بن فحام الصقلی وہ ہیں جن پر اسکندریہ میں علومِ قرآن کی صدر نشینی علو و معرفت کے لحاظ سے ختم ہو گئی۔[2]

علوم قرآن کے سلسلہ میں آپ کی تصنیفات یہ ہیں:

۱۔ التجرید لبغیۃ المرید فی القراءات السبع ۲۔ التجرید فی القراءات ۳۔ مفردات القرآن (اس کو آپ نے مفرداتِ راغب اصفہانی کی طرز پر لکھا)۔[3]

عثمان بن علی السرقوسی۔ عثمان بن علی السرقوسی کا شمار بھی علمائے صقلیہ کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ ابن فحام الصقلی کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ صقلیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر گئے۔ اور مصر کے اساتذۂ فن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مصر کے مشہور جامع عمرو بن العاص میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بہت جلد عوام و خواص میں مقبول ہو گئے۔ آپ سے علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔ مصر کے اربابِ کمال سے آپ کا مذاکرہ جاری رہتا۔ خاص کر حافظ سلفی سے آپ کے بہت مذاکرے ہوتے اور

[1] ترتیب المدارک وتقریب المسالک از قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی (م ۵۴۴ھ) جلد ۱ ص ۳۸۱۔
[2] حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ از جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)، جلد ۱ ص ۲۱۱۔
[3] کشف الظنون از حاجی خلیفہ چلپی (م ۱۰۶۸ھ)، جلد ۱ ص ۲۵۵، جلد ۲ ص ۲۸۸، وحسن المحاضرہ از علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) جلد ۱ ص ۲۱۱۔

حافظ سلفی نے آپ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ لہٗ تو الیف فی القراءات" (ترجمہ) علم قراءت میں ان کی متعدد تالیفات ہیں۔ لیکن ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ صرف علم مخارج میں ایک کتاب "کتاب مخارج الحروف" کا پتہ چلتا ہے [۱]

علامہ ابن ظفر الصقلیؒ | امام ابوعبداللہ محمد بن ابی محمد بن محمد ظفر الصقلی (م ۵۶۵ھ) کا شمار صقلیہ کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ علوم قرآن و علوم ادب میں ان کو امتیاز حاصل تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ صلاح و تقویٰ، علم و فن اور عبادت و ریاضت میں بھی بہت مشہور تھے۔ علوم قرآن کے تبحر نے انہیں حجۃ الدین کے لقب سے سرفراز کیا۔ مالکی مذہب کے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ فقہ شافعی کا بھی درس دیتے تھے۔

ابن ظفر کو علمی دنیا میں دو حیثیتوں سے شہرت حاصل ہے: ایک علوم قرآن کے ماہر مفسر کی حیثیت سے اور دوسرے عربی علم ادب کے ممتاز ادیب کی حیثیت سے۔ علوم قرآن میں یہ اپنے ہمعصروں میں امام وقت تسلیم کیے گئے۔

ابن ظفر صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ علوم قرآن میں آپ کی حسب ذیل تصانیف ہیں:

۱۔ التفسیر الکبیر ۲۔ کتاب ینبوع الحیاۃ فی تفسیر الذکر الحکیم ۳۔ کتاب فرائد الوحی الموجز الی فرائد الوحی المعجز ۴۔ کتاب اسالیب الغایۃ فی احکام الآیۃ ۵۔ کتاب الکسیر فی کیمیا التفسیر ۶۔ کتاب البرہانیۃ فی شرح الاسماء الحسنیٰ [۲]

ان کے علاوہ صقلیہ میں درج ذیل علماء جو اپنے تبحر علمی، زہد و ورع اور اخلاص و تقویٰ میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ علوم قرآن میں سند مانے جاتے تھے۔ اور علوم قرآن کے سلسلہ میں ان کی علمی و تدریسی خدمات ہماری تاریخ کا ایک زریں باب ہیں۔ اور یہ علمائے کرام حسب ذیل تھے:

امام ابوعبداللہ محمد بن خراسان الصقلی (م ۳۸۶ھ)، امام ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر عبدالرزاق

۱۔ تاریخ صقلیہ مولانا ریاست علی ندویؒ جلد ۲ ص ۱ر۲)

۲۔ معجم الادباء یاقوت حموی (م ۶۲۶ھ) جلد ۵ ص ۲۸ تا ۴۳، لبغیۃ الوعاۃ از علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) ص ۳۲۳۔

شرف الدین الصقلی (م ۶۶۹ھ)، حامل القرآن امام عبدالرحمٰن بن محمد البشیری الصقلیؒ، امام ابوعبداللہ حسن بن ابوعبداللہ بن صدقہ الصقلی (م ۶۶۹ھ) [1]

علمِ حدیث | صقلیہ کے چند ابتدائی حملوں میں بعض صحابہ کرام اور تابعین عظام کے صقلیہ میں وارد ہونے کی روایات تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت عمارؓ بن یاسر جن کی کنیت ابوالیقظان تھی۔ اور اسلام کے ابتدائی دور میں ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اور کفار مکہ نے ان کو بہت اذیتیں دی تھیں ان کے صقلیہ آنے کی تاریخ شہادت دیتی ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری (م ۶۳۰ھ) نے اسد الغابہ اور علامہ بن احمد حماد دہلی (م ۳۱۰ھ) نے کتاب الکنیٰ والاسماء میں یہ روایت نقل کی ہے:

ان ابا غسانہ المعافری حدثہ انہ سمع ابا الیقظان صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصقلیہ یقول ابشروا فواللہ انتم اشد حبا لہ لرسول اللہ ولم تروہ من عامۃ من راٰہ [2] (ترجمہ) ابوسعید بن یونس روایت کرتے ہیں کہ ان سے ابوغسانہ معافری نے بیان کیا کہ انہوں نے ابوالیقظان صحابی رسول اللہ علیہ وسلم کو صقلیہ میں کہتے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ بشارت ہو تم لوگوں کو واللہ تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت ہے۔ باوجودیکہ تم لوگ ان کے دیکھنے والوں میں سے نہیں ہو۔

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے اپنی مسند میں ایک نوجوان صحابی حضرت معاویہ بن خدیج

---

[1] تاریخِ صقلیہ مولانا ریاست علی ندوی جلد ۲ ص ۲۰۶

[2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ از علامہ ابوالحسن علی بن محمد المعروف ابن اثیر جزری (م ۶۳۰ھ) جلد ۴ ص ۴۳، ۴۵، کتاب الکنیٰ والاسماء از علامہ احمد بن حماد دولابی (م ۳۱۰ھ) جلد ۱ ص ۶۳۔

کندی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ صقلیہ گئے تھے۔[۱]

صحابہ کرام کا صقلیہ میں وارد ہونے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ان کی شمع فیض سے علم حدیث کی روشنی صقلیہ تک پہنچی۔

صقلیہ میں علم حدیث تیسری صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک خوب پھیلا۔ اور اس دوران صقلیہ میں بے شمار محدثین کرام پیدا ہوئے، جنہوں نے حدیث کی ترقی و ترویج میں تحریری اور تدریسی طور پر گرانقدر علمی خدمات سرانجام دیں۔

سب سے پہلے موطا امام مالک جس کا شمار حدیث کی اول الکتب میں ہوتا ہے صقلیہ پہنچی۔ شیخ ابو سعید لقمان بن یوسف غسانی (م ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ "میں نے صقلیوں میں کامل ۴ سال مؤطا امام مالکؒ کا درس دیا"۔[۲]

تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ۱۴ محدثین کرام نے صقلیہ میں حدیث کی نشر و اشاعت میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ اور یہ سب محدثین کرام اپنے دور کے ممتاز عالم تھے۔ ان کے تبحر علمی، جلالت قدر اور زہد و ورع پر جمہور علمائے کرام کا اتفاق ہے۔ ان میں ایک محدث امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن محمد بکر صقلی (م ۳۶۳ھ) تھے، علم حدیث میں مرتبہ کمال رکھتے تھے اور ایک خلائق ان کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئی۔ دوسرے امام محمد بن خراسان (م ۳۸۶ھ) تھے، یہ بھی حدیث کے بہت بڑے امام تھے۔ صقلیہ میں علم حدیث کی نشر و اشاعت میں ان کا گراں قدر حصہ ہے۔[۳]

چوتھی صدی کے اواخر اور پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں صقلیہ میں اسلامی علوم و فنون ترقی کے عروج پر تھے۔ اس عہد میں بڑے بڑے باکمال علماء پیدا ہوئے۔ جنہوں نے

---

[۱] مسند احمد بن حنبل از امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) جلد ۶ ص ۴۰۱، ۴۰۲۔

[۲] تاریخ صقلیہ از مولانا ریاست علی ندوی جلد ۲ ص ۲۰۸۔

[۳] معالم الایمان فی معرفۃ اہل القیروان از علامہ عبد الرحمٰن بن محمد انصاری المعروف دباغ (م ۶۹۶ھ) جلد ۳ ص ۱۸۱۔

ارباب کمال علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی۔ اور بعد میں صدر ارباب کمال بنے۔ اس عہد کے محدثین میں ۱۳ محدثین کرام کے نام تاریخ میں ملتے ہیں جن میں ایک محدث ابوبکر محمد بن علی تمیمی صقلی (م ۴۵۸ھ) ہیں۔ جنہوں نے علم حدیث اور دیگر علوم اسلامی میں فضل وکمال پیدا کیا۔ حدیث کے درس وتدریس میں ساری زندگی بسر کردی اور بکثرت تلامذہ ان سے فیض یاب ہوئے[1]

دوسرے محدث امام ابوبکر عتیق بن علی سمنطاری (م ۴۶۴ھ) تھے۔ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ صقلیہ میں تحصیل علم کے بعد اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ شام، یمن، خراسان اور حجاز گئے۔ اور ہر جگہ علماء و محدثین کرام سے استفادہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد واپس صقلیہ آئے اور حدیث کی نشر و اشاعت میں مصروف عمل ہو گئے۔ ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ اور مختلف علوم وفنون میں بلند پایہ کتابیں لکھیں، جن میں سے کچھ حدیث اور فقہ پر بھی تھیں۔

قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) ترتیب المدارک میں ابن القطاع کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابوبکر بن عتیق بن علی سمنطاری کی تالیفات فقہ و حدیث میں اپنی ترتیب و بیان میں غایت درجہ بہتر ہیں[2]

تیسرے محدث ابوبکر بن محمد سائق صقلی (م ۴۷۳ھ) تھے۔ جنہوں نے حدیث میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔ صقلیہ میں تکمیل تعلیم کے بعد حجاز کا سفر کیا اور وہاں کے اساتذہ فن سے استفادہ کیا۔ صقلیہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد اندلس چلے گئے۔ اور مدتوں اہل غرناطہ کو اپنے علم سے سیراب کیا۔ موطا امام مالک کی شرح "المسالک" آپ کی تصنیف ہے[3]

---

[1] تاریخ صقلیہ از مولانا ریاست علی ندوی جلد ۲ ص ۲۷۹۔

[2] ترتیب المدارک از قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) جلد ا ص ۲۷۹

[3] تزئین الممالک بمناقب سیدنا امام مالک از علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) ص ۵۸۔

اس دور کے ایک محدث ابو حفص عمر بن خلف صقلی بھی تھے۔ جن کو علم حدیث میں خاص دستگاہ حاصل تھی۔ اور انہوں نے حدیث کی نشر و اشاعت میں گراں قدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ ۴۶۴ھ میں جب صقلیہ میں اسلامی حکومت کا زوال شروع ہوا تو اہل علم نے وہاں سے ہجرت کی تو محدث ابو حفص بن عمر نے اپنے وطن کو چھوڑ کر ٹیونس میں اقامت اختیار کی۔ ٹیونس کی حکومت نے آپ کا شایانِ شان احترام کیا۔ اور محکمہ قضا آپ کے سپرد کیا۔ اور اس کے ساتھ شہر کی امامت بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ ان کے خطباتِ جمعہ نہایت بلیغ اور پُراثر ہوتے تھے[1]

(باقی)

---

[1] بغیۃ الوعاۃ از علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) ص ۳۶۱۔